سلسلہ کیلئے دیکھئے ماسبق

اصل الاصول

قسط (۱۰)

(علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ معارج الوصولؒ کا ترجمہ)
(از عبدالحلیم ناظمؒ مولوی فاضلؒ مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

کبھی نص ظاہر ہوتا ہے لیکن مجتہد اس سے غافل ہوتا ہے یا اس کو بھولا ہوا رہتا ہے۔ جیسے جنبی کا تیمم۔ قرآن مجید میں دو آیتوں میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت ابن مسعودؓ پر اس کے ساتھ احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ مقیم کے متعلق عبداللہ نے جو کچھ کہا وہ دراصل سمجھا ہی نہیں۔ لیکن انھوں نے یہ کہا کہ اگر ہم مقیم کو تیمم کی اجازت دیدیں تو جب ان میں کسی شخص کو کچھ سردی معلوم ہو گی وہ تیمم کرنے لگے گا۔ حضرت ابن عباسؓ، فاطمہؓ بنت قیس اور حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ قرآن میں جس مطلقہ عورت کا ذکر ہے وہ دراصل رجعیہ ہے کیونکہ دلیل میں یہ آیت موجود ہے

لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اسے نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی امر ظاہر کردے۔

بھلا بتلایئے تو تین طلاق کے بعد کون سا امر پیدا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ رجعیہ ہی کی صورت میں کوئی جدید حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک جماعت نے عمرہ کے وجوب پر اس آیت سے دلیل ذکر کی۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ ۔ اللہ ہی کیلئے حج اور عمرہ کو تمام کرو۔

اس آیت سے فسخ کی ممانعت پر بھی حجت پکڑی گئی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ آیت میں صرف اتمام کا حکم کیا گیا ہے۔ اور شارع علیہ السلام کا بھی یہی حکم ہے کہ عمرہ تمام کر لیا جائے۔ اسی طرح فسخ کے متعلق لوگوں نے کہا کہ جو شخص عمرہ کو بغیر حج کے فسخ کردے تو اس کو تمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جب اس کو اس لئے فسخ کرے کہ اسی سال جمع کریگا تو اس صورت میں جس کو اس نے شروع کیا تھا اس کو پورا کرنا ضروری ہوگا کیونکہ اس نے صرف حج کو شروع کیا لیکن حج میں عمرہ بھی کر لیا۔ اگر اس چیز کا پورا کرنا ضروری نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس کا حکم نہیں فرماتے۔

اس شخص کے متعلق بھی علماء میں جھگڑا ہے جس کے ہاتھ میں عقدۂ نکاح ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول اولٰمستم النساء (یا اگر تم عورتوں کو چھوؤ) میں بھی تنازع ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے تنازعات ہیں جن کے استقصاء کا یہ موقعہ نہیں۔ لیکن ایسا کوئی خالص مسئلہ مجھے کہیں معلوم نہیں جس پر علماء کا اتفاق ہو کہ اس میں نہ تو نص جلی سے استدلال ہے نہ نص خفی سے۔ میں اسے روا نہیں رکھتا میرے نزدیک نص کا ہونا ضروری ہے۔ دادا کے متعلق اکثر لوگوں کا جب یہ خیال ہوا کہ وہ بھی باپ ہے تو اس پر قرآن سے استدلال کیا۔ خدا فرماتا ہے۔

کما اخرج ابویکم من الجنۃ ۔ جس طرح تمہارے والدین کو جنت سے نکالدیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اگر جنات کا یہ گمان ہوتا کہ انسان باپ کے باپ کو دادا کہتے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار کا دادا ہے۔ وہ کہتے کہ وہ بھی باپ ہے لیکن ایسا باپ ہے جو باپ سے دور ہے۔ حضرت علیؓ اور زیدؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے قیاس سے دلیل پکڑی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ لوگوں کے عمل بالرائے اور بالقیاس مطلقاً چھوڑ دینے پر اجماع ہے تو اسنے سخت غلطی کی۔ اسی طرح جس نے کہا کہ بعض ایسے مسئلے ہیں جن میں صرف رائے وقیاس ہی کو دخل ہے تو اس نے بھی غلطی کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اسی قدر گفتگو کرتا ہے جس قدر اس کے پاس علم ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص کتاب سے کوئی دلیل دیکھتا ہے تو اس کو ذکر کرتا ہے۔ اور جو شخص میزان کی دلالت دیکھتا ہے تو اسی کو ذکر کرتا ہے۔

دلائل صحیحہ میں آپس میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ لیکن کبھی بادی النظر میں تناقض معلوم ہوتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ بعض علماء پر ان کی وجہ تطابق وتوافق یا ان میں ایک کا ضعف مخفی ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی قرآن مجید میں ایسی سمجھ ہے جو اکثر متاخرین پر مخفی ہے۔ جس طرح امور سنت اور احوال رسول کی معرفت جسقدر ان کو حاصل ہے اکثر متاخرین نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ عہد رسول اور زمانۂ تنزیل قرآن میں موجود تھے۔ رسولؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کے اقوال افعال اور احوال کو جن سے وہ اپنی مراد پر استدلال کرتے ہیں اچھی طرح پہچانا۔ اس معرفت میں اکثر متاخرین جب اس درجہ کو نہ پہنچ سکے تو انھوں نے اپنے اعتقاد کے موافق اجماع یا قیاس کا حکم تلاش کر لیا۔ متاخرین میں جن لوگوں نے کہا کہ اجماع مستند اور شریعت کی ایک بڑی دلیل ہے تو انھوں نے درحقیقت اپنی صحیح کیفیت ظاہر کر دی کہ وہ کتاب وسنت میں اپنے نقصان معرفت کی وجہ سے اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ان کا قول ہے کہ اکثر حوادث میں قیاس کی طرف ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ ان پر دلالت کرنیوالے نصوص صریح نہیں ہوتے۔ لیکن یہ قول ان لوگوں کا ہے جنھیں کتاب وسنت اور ان کے احکام کو بتانے کی معرفت نہیں ہوتی۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں یا اس کی نظیر میں صحابہ کرام نے کلام نہ کیا ہو۔ کیونکہ جب ممالک کی فتح ہوئی اور اسلام پھیلنے لگا تو اعمال کی تمام جنسیں اور نوعیں پیدا ہوگئیں۔ پس ان میں صحابہ کرام نے کتاب و سنت سے گفتگو کی۔ اور بعض صحابہ نے اپنی رائے سے تھوڑے سے مسائل میں کلام کیا۔ عام صحابہ اجماع سے بالکل حجت نہیں پکڑتے تھے اور نہ اس کے محتاج تھے اسلئے کہ وہی لوگ اجماع والے تھے چنانچہ ان کے قبل کوئی اجماع کا وجود نہیں لیکن جب تابعین کا زمانہ آیا تو حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کو لکھا سب سے پہلے جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں کچھ نہ پاؤ تو سنت رسول اللہ (حدیث) سے اگر اس میں بھی کوئی بات نہ پا سکو تو وہ فیصلہ کرو جو تمہارے قبل صالحین نے فیصلہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے فیصلہ کرو جس پر لوگوں کا اجماع ہے۔ یہاں حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کو مقدم کیا پھر رسولؐ کی سنت کو۔ ابن مسعودؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح فرمایا کہ پہلے کتاب پھر سنت پھر اجماع۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ بھی پہلے کتاب سے فتویٰ دیتے پھر سنت رسولؐ سے پھر ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت سے کیونکہ حدیث میں بھی وارد ہے۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ   ان لوگوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرو۔

یہی آثار حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے ثابت ہیں اور یہ لوگ فتوی دینے اور فیصلہ کرنے میں مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ یہی اصل فیصلہ ہے اور یہی صواب و درست ہے لیکن متاخرین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مجتہد کو سب سے پہلے اجماع ہی میں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اجماع ہی میں اپنا مقصد پالے تو پھر کسی طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی نص پائے جو اجماع کے مخالف ہو تو اعتقاد کر لینا چاہیے کہ یہ نص ہی کسی دوسرے نص سے منسوخ ہے جو ہم تک نہیں پہونچا۔

بعضوں کا قول ہے کہ اجماع ہی نے اس مخالف نص کا نسخ کیا ہوگا۔ اور صواب و درست سلف ہی کا طریقہ ہے یہ اسلئے کہ جب اجماع کے مخالف کوئی نص ہوتا ہے تو اجماع کے ساتھ کسی ایسے نص کا ہونا بھی ضروری ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ نص (مخالف) منسوخ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے اجماع کے موافق کوئی نص محکم ہو جسکو امت اپنی غفلت کیوجہ سے محفوظ نہ رکھ سکی ہو اور نص منسوخ ہی محفوظ رہ گیا ہو تو یہ بالکل مستبعد چیز ہے ایسا ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔ یہ تو امت کی طرف اس غلطیات کی نسبت کر دینی ہوئی کہ امت کو جسکی پیروی سے روکا گیا اس کی اس نے حفاظت کی اور جس کا حکم کیا گیا اسکو اس نے ضائع کر دیا۔ حالانکہ امت محمدیہ اس قسم کی فاش غلطیوں سے قطعی محفوظ و معصوم ہے۔

دراصل اجماع کی معرفت اکثر دشوار ہوتی ہے۔ کون ایسا شخص ہے جو بخلاف نصوص کے مجتہدین کے اقوال کا احاطہ کرے۔ حالانکہ نصوص کی معرفت بہت ممکن اور آسان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے متقدمین سب سے پہلے کتاب کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ کیونکہ سنت کتاب (قرآن) کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اسی لئے قرآن میں سنت کے ذریعہ کوئی منسوخ چیز نہیں۔ اگر قرآن مجید میں کوئی منسوخ حکم ہے تو اس کا ناسخ بھی قرآن ہی ہے۔ لہذا قرآن پر قرآن کے سوا دوسری چیز مقدم نہیں کر سکتے۔ پھر جب کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو سنت میں ڈھونڈنا چاہیئے۔ اور اسی طرح سنت میں کوئی منسوخ چیز نہیں مگر اس کی ناسخ بھی سنت ہی ہے۔ اجماع اور اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز سنت کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ سنت کا اجماع سے متعارض ہونا بلکہ آثار کے اکثر الفاظ بھی سنت کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ پھر اگر سنت میں بھی کوئی حکم نہ ملے تو یہ سنت کی نعوذ باللہ ہرگز کوتاہی نہیں بلکہ یہ تلاش کرنیوالے کا قصور ہے۔ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ تلاش کرنیوالے کو سنت میں اپنا مقصد (حکم) نہیں ملتا حالانکہ وہ چیز سنت میں موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی ہوتا ہے کہ طالب اپنی کوتاہی معلومات و تدبر کی وجہ سے قرآن میں کوئی حکم نہیں پاتا حالانکہ وہ حکم اس میں موجود ہوتا ہے۔

لہذا خلاصہ بحث یہ ہے کہ کسی مسئلہ یا حکم کے طالب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے قرآن مجید میں اسکو اچھی طرح تلاش کرے اور تلاش کرائے اگر قرآن میں نہ پائے تو سنت رسول یعنی احادیث میں اس کی خوب تلاش کرے اور کرائے اور جب سنت میں ملجائے تو اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ جو کچھ سنت میں ہے وہ قرآن مجید کے معارض ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح اجماع صحیح بھی نہ تو قرآن مجید کے معارض و مخالف ہوگا نہ سنتِ رسول کے۔ پس اجماع دراصل کتاب و سنت ہی کے احکام پر متفق ہو جانیکا نام ہے۔ کتاب و سنت کے علاوہ اجماع کوئی چیز نہیں۔

خدا کے فضل و مدد سے اس رسالہ کا ترجمہ تمام ہوا۔

الحمد للہ والصلوٰۃ علی محمد رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین